مجھے اور آپ کو خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ قرآن کریم کی عظمت کو دُنیا میں دوبارہ قائم کیا جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷؍ جولائی ۱۹۷۲ء بمقام سعید ہاؤس، کاکول، ایبٹ آباد)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:-

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۱﴾ (الفرقان:۳۱)

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۵﴾ (النحل: ۶۵)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

انسان کے ساتھ بیماری لگی ہوئی ہے۔ دو ایک روز سے مجھے انفلوئنزا کی تکلیف ہے۔ گو پہلے سے کچھ افاقہ ہے لیکن ابھی تکلیف جاری ہے۔ سر بھاری اور طبیعت بے چین رہتی ہے۔ دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ رسول نے کہا اے میرے رب! میری یہ قوم قرآن کریم کو مہجور بنا رہی ہے۔ مہجور کا مصدر ھَجْرٌ ہے اور عربی لغت کے لحاظ سے اس کے معنے زبان سے یا دل سے یا دونوں سے قطع تعلق کرنے کے ہوتے ہیں۔

اس لحاظ سے ھَجر کے تین معنے ہو جائیں گے۔ ایک یہ کہ زبان سے کہنا کہ قرآن کریم

کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے یہ کہ انسان کی دلی کیفیت یہ ہو کہ اُس کا قرآن عظیم سے کوئی تعلق نہ ہو اور تیسرے یہ کہ زبان سے بھی کہنا اور دل سے بھی زبانِ حال سے یہی تأثر دینا کہ کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِس عظیم قرآن کے ساتھ بھی لوگ تعلق قائم نہیں رکھتے اور اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں حالانکہ قرآن کریم کی تو یہ عظمت اور شان ہے کہ وہ اپنی عظمت کا خود دعویٰ کرتا اور پھر اس کے حق میں دلائل بھی دیتا ہے۔ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی آخری ہدایت اور ایک کامل اور مکمل شریعت ہے۔ اس نے اپنی عظمت کے متعلق اور اپنی شان کے متعلق اور اپنی افادیت کے متعلق اور اپنی ہمہ گیری کے متعلق اور تمام اقوام سے اپنے تعلق کے بارے میں اور پھر ہر زمانے سے اس کا جو تعلق ہے اس کے بارے میں خود دعویٰ کیا ہے اور پھر دلائل سے اس کو ثابت بھی کیا ہے۔

قرآن کریم نے ایک بڑا ہی عجیب اور حسین دعویٰ یہ کیا ہے کہ انسان کی عقل ناقص ہے اور اِس کی دلیل یہ دی ہے کہ دیکھو چوٹی کے عقلمند ہر مسئلہ کے متعلق اختلاف کرتے ہیں چنانچہ انسانوں کا باہمی اختلاف خصوصاً اُن انسانوں کا جو صاحبِ عقل وفراست سمجھے جاتے ہیں، بڑے علم وتدبر والے سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کا باہمی اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کی عقل ناقص ہے۔ اگر انسانی عقل ناقص نہ ہوتی تو وہ ایک ہی نتیجہ پر پہنچتی لیکن چونکہ وہ ناقص ہے اور صراطِ مستقیم کو کبھی چھوڑ بھی دیتی ہے اور راہِ راست سے بھٹک جاتی ہے اس لئے وہ متضاد نتائج پر پہنچتی ہے۔ اِسی واسطے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس عقلی دلیل کو بار بار اور بڑی وضاحت سے مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ’’خدا ہونا چاہئے‘‘ اور ’’خدا ہے‘‘ میں بڑا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق انسانی عقل زیادہ سے زیادہ صرف ’’خدا ہونا چاہئے‘‘ تک پہنچتی ہے یعنی انسانی عقل دُنیا کی مختلف چیزوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ خدا ہونا چاہئے۔ جب کہ دوسرے انسان کہتے ہیں کہ خدا نہیں ہونا چاہئے اور یہ بھی اپنے حق میں عقلی دلیلیں دیتے ہیں۔

چنانچہ اب انسان نے ایک نئی سائنس نکالی ہے جسے انگریزی میں ’’سائنس آف چانس‘‘

کہتے ہیں۔ پہلے تو دہریے کہتے تھے یہ بھی اتفاق ہے اور وہ بھی اتفاق ہے۔ ہزار بار بلکہ اس سے بھی زیادہ اتفاق! اتفاق!! کہتے چلے جاتے تھے۔ مگر پھر اُنہوں نے سوچا کہ آنکھیں بند کر کے اتفاق، اتفاق کہہ دینا، درست نہیں ہے۔ بالآخر اُنہوں نے اس کائنات اور اس کی اشیاء کی پیدائش اور ارتقاء پر فکر وتدبر کے نتیجہ میں جب ''سائنس آف چانس'' بنائی تو آدھے سائنسدان اس نتیجہ پر پہنچے کہ خدا پر ایمان لانا پڑے گا۔ ہر چیز کو اتفاق کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا۔ میں ایک دو دفعہ اس کی تفصیل بیان کر چکا ہوں۔ اس وقت اس کو دُہرانا نہیں چاہتا۔

بہرحال ''سائنس آف چانس'' کے نتیجہ میں آدھے سائنسدان اس گروہ سے تعلق رکھنے لگے جنہوں نے یہ کہا کہ ایک قادرِ مطلق، خالق اور رب ماننا پڑے گا۔ جبکہ دوسرے گروہ نے کہا کہ نہیں! خدا کے ماننے کی پھر بھی کوئی ضرورت نہیں۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سائنسدان صرف ''چاہیئے'' تک پہنچتے ہیں کہ خدا ہونا چاہئے لیکن ''چاہئے'' اور ''ہے'' میں بڑا فرق ہے۔ صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے کہ ''خدا ہے'' جس نے خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کیا ہو اور زندہ خدا کے ساتھ اس کا زندہ تعلق ہو۔ وہ ''خدا ہونا چاہئے'' پر نہیں رہتا۔ وہ کہتا ہے خدا موجود ہے۔

اب مثلاً راولپنڈی میں ایک احمدی یہ کہہ سکتا ہے کہ آج کا خطبہ ایبٹ آباد میں خلیفۃ المسیح الثالث نے دیا ہوگا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن کوئی دوسرا آدمی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ بیماری سے اُٹھ کر آئے ہیں۔ بعض دفعہ بیمار کو اور بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ اس لئے اُنہوں نے خطبہ جمعہ نہیں دیا ہوگا۔

پس دونوں کے لئے ایک جیسا امکان ہے۔ ایک کہے گا کہ خطبہ دیا ہوگا۔ (یہ بات بھی ''ہونا چاہئے'' کے درجہ میں آتی ہے) دوسرا کہے گا کہ نہیں دیا ہوگا لیکن آپ دوست جو اِس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں آپ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت صاحب نے خطبہ دیا ہوگا۔ آپ کہیں گے حضرت صاحب نے خطبہ دیا ہے۔ ہم نے خود اُن کا خطبہ سُنا ہے۔

غرض جو شخص اللہ تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ خدا ہے۔ مگر جس کا

خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق نہیں ہوتا بلکہ عقلی دلائل سے وہ اِس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کو ماننا چاہئے وہ کہتا ہے کہ خدا ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کے بغیر بہت سی باتیں EXPLAIN (ایکس پلین) نہیں کی جا سکتیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ عقل ہمیں ''خدا ہے'' تک نہیں پہنچاتی بلکہ ''خدا ہونا چاہئے'' تک پہنچاتی ہے۔ تاہم جہاں تک ''خدا ہے'' کا تعلق ہے یہ تو خدا تعالیٰ اپنے عاجز بندے کو رحمت کے ہاتھ سے اُٹھاتا اور اُس کے ساتھ اپنے زندہ تعلق کو قائم کرتا ہے۔ پھر وہ بندہ کہتا ہے کہ ''خدا ہے'' کیونکہ میں اس کا گواہ ہوں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ خدا ہے۔ مَیں نے اس سے غیب کی خبریں معلوم کیں۔ اُس نے گھبراہٹ کے اوقات میں مجھے پیار سے تسلیاں دیں۔ اُس نے میری دُعاؤں کو سُنا اور بسا اوقات اُس نے قبولیت دُعا کی قبل از وقت اطلاع دے دی وغیرہ وغیرہ۔ زندہ تعلق کے بہت سے مظاہرے ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہے گا کہ ''خدا ہے''۔ میں اس کا گواہ ہوں۔

مَیں نے کئی دفعہ بتایا ہے۔ مَیں نے ۱۹۶۷ء میں یورپ کے دورے کے دوران سوال کرنے والی ایک عیسائی عورت سے کہا تھا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ایک احمدی عورت کی ایک رات کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اُسے تین خبریں دیں۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ تم ساری عیسائی دُنیا میں اس قسم کی کوئی مثال یا اس قسم کا کوئی تجربہ نہیں دکھا سکتے۔ پھر میں نے اُس سے کہا کہ یہ عورت جسے ایک رات میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتائیں اور وہ پوری بھی ہو گئیں۔ اب اگر اس کے سامنے ساری دُنیا کے فلاسفر اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کے وجود کے خلاف دلائل دیں تو وہ کہے گی تم پاگل ہو۔ جس قادر مطلق ہستی کی صفات کا میں نے اپنے وجود میں مشاہدہ کیا ہے مَیں اُس کا انکار کیسے کر سکتی ہوں۔

بہرحال جو بات مَیں اِس وقت بتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ انسانی عقول کا اختلاف و تضاد انسانی عقول کے نقص کی بڑی زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ اگر انسانی عقول ناقص اور کمزور نہ ہوتیں تو مسائل کے بارے میں ان کا آپس میں اختلاف نہ ہوتا۔ چنانچہ آج کی دُنیا نے اقتصادی حقوق کے متعلق بڑا شور مچا دیا ہے۔ امریکہ کے چوٹی کے اکانومسٹ یعنی چوٹی کے ماہرین اقتصادیات یہ سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں اُن جیسی عقل کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ ایک گروہ تو

امریکہ کے ماہرین کا ہے۔ دوسرا گروہ روس میں بستا ہے وہ کہتے ہیں کہ اتنی عقل جتنی روسی ماہرین کو حاصل ہے دُنیا کے کسی خطے میں تمہیں نظر نہیں آئے گی۔

غرض وہ بھی ماہرین اکانومسٹ اور یہ بھی ماہرین اکانومسٹ۔ وہ امریکہ میں رہنے والے ہیں اور یہ روس میں بسنے والے اور ہر دو اپنی مادی طاقت کے نتیجہ میں خود کو بڑا عقلمند سمجھتے ہیں۔ جو لوگ ان کو جانتے ہیں، اُن سے بھی کہلوا لیتے ہیں کہ جی یہ بڑے عقلمند ہیں ان کی نقل کرنی چاہئے مثلاً پاکستان والے آنکھیں بند کر کے امریکہ کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں یا پاکستان والے روس کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں یا پاکستان والے چین کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہم گدھے ہیں۔ ہمارے اندر عقل نہیں ہے اور وہ (امریکن اور روسی) عقلمند ہیں اور ان عقلمندوں کا حال یہ ہے کہ امریکہ، روس اور چین کے لوگوں کی عقلوں کو جب اکٹھا کیا جائے تو سوائے اختلاف کے اس کا کوئی نچوڑ نہیں نکلتا یعنی جس طرح ایک طبیب ادویہ بنانے کے لئے بعض چیزوں کا نچوڑ نکالتا ہے اسی طرح اگر ان کی عقلوں کو اکٹھا کر کے ان کا نچوڑ نکالا جائے تو وہ اختلاف ہوگا۔

پھر ہر ایک کا اپنے اپنے ملک کے اندر اختلاف ہے۔ مَیں آکسفورڈ میں اقتصادیات بھی پڑھتا رہا ہوں۔ وہاں اقتصادیات پر ایک ’’کینز‘‘ کا نظریۂ اقتصادیات تھا اور اسی طرح کے مختلف سکولز ہیں جو اپنی اپنی تھیوریز بناتے چلے جاتے ہیں اور یہی مختلف تھیوریز ہی دراصل ان کی ناقص عقل کی زبردست دلیل ہے۔ ان عقلوں نے ہماری عقل تو اندھی کر دی ہے۔ اِسی لئے بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ جی بس عقل کافی ہے یعنی اسلام میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اب مسلمان کے لئے الہام کی ضرورت نہیں، عقل کافی ہے۔ مگر کیا وہ عقل کافی ہے جو امریکہ اور روس کو آپس میں لڑا رہی ہے اور چین کو آپس میں لڑا رہی ہے۔

پس ان کا اختلاف بتا رہا ہے کہ عقل کافی نہیں ہے بلکہ یہ تو خود ناقص ہے اس کے ساتھ انسان کو کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے

عقل خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو

یہ تو اصل قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب اس لئے نازل کی

ہے کہ انسانی عقول ناقص ہیں اور اس کمزوری اور نقص کے نتیجہ میں آپس میں اختلاف کرتی ہیں۔ جب دو ایک جیسی چیزیں اختلاف کر رہی ہوں تو ویسی ہی تیسری چیز اُن کا اختلاف دُور نہیں کر سکتی۔ مثلاً اگر دو عقول کی کشتی ہو جائے یا آپس میں اختلاف کرنے لگ جائیں تو تیسری عقل آ کر اُن کا اختلاف دُور کر ہی نہیں سکتی۔ اس لئے لوگوں نے ایک اور اصول وضع کیا اور وہ بھی بڑا ناقص ہے اور وہ ’’کمپرومائز‘‘ کا اصول ہے کہ تم کچھ چھوڑ دو، کچھ میں چھوڑ دیتا ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے خود تسلیم کر لیا کہ عقل ناقص ہے کیونکہ اگر کوئی چیز ناقص نہ ہوتی تو اس کے لئے کچھ چھوڑنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا۔ آخر اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو کیوں اختیار کیا جائے۔

غرض جن لوگوں نے ’’کمپرومائز‘‘ کا اصول بنایا ہے اُنہوں نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہماری عقلیں ناقص ہیں۔ اس لئے کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے کچھ تم قربانی کرو۔ کچھ ہم قربانی دیتے ہیں۔ مگر قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ جو ربّ العلمین ہے وہ تمہیں تمہاری عقلوں پر کیسے چھوڑ سکتا تھا کہ تم ہر وقت لڑتے ہی رہو کیونکہ عقل عقل سے اختلاف کرتی ہے اس واسطے فرمایا کہ اے رسول! ہم نے تجھ پر یہ کامل کتاب اس لئے اُتاری ہے کہ لوگوں کی ناقص عقول اور ان کے فکر و تدبر کے نتیجہ میں اختلافات پیدا ہوں تو یہ اُن کو دور کر دے۔ عقل عقل کے باہمی اختلاف کو اللہ تعالیٰ کا الہام دور کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خدائے علّام الغیوب کے سرچشمہ سے نکلتا ہے۔

پس عقل عقل کے اختلاف کو (دونوں عقول ناقص ہیں تبھی اختلاف پیدا ہوا نا!) ایک تیسری ناقص عقل دُور نہیں کر سکتی۔ البتہ وہ یہ کہتی ہے کہ آپس میں کامپرومائز یعنی کچھ چھوڑ و اور کچھ لے لو کے اصول پر سمجھوتہ کر لو لیکن وہ ان کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ وہ ان کے اوپر حَکَم نہیں بن سکتی۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ درست ہے اور وہ درست نہیں ہے۔ اس طرح تو جس کے خلاف فیصلہ ہو گا وہ اس کے پیچھے پڑ جائے گا کہ تم کہاں کے بڑے عقلمند بنے پھرتے ہو۔

غرض زید یا بکر کی عقلوں کا سوال نہیں۔ دُنیا کے چوٹی کے دماغ اور خود کو عقلمند اور صاحب فراست کہنے والے لوگ مسائل میں آ کر قریباً ہر مسئلہ میں اختلاف کر گئے ہیں۔ بین الاقوامی

سطح پر بھی اور اندرونِ ملک بھی۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ مثلاً اقتصادیات کے معاملہ میں انگلستان گو ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ یہاں بھی بڑے بڑے ماہر، عقلمند اور بڑے اچھے لکھنے والے اکانومسٹ پیدا ہوئے مگر آپس میں اختلاف کر گئے۔ ایک ایک تھیوری بنا رہا ہے۔ دوسرا دوسری تھیوری بنا رہا ہے۔ یہ تو اندرونِ ملک حال ہے بین الاقوامی سطح پر امریکہ، روس اور چین کا باہمی فرق تو بڑا نمایاں ہے۔

اب مثلاً کمیونزم (اشتراکیت) اور چینی سوشل ازم کو اگر لیں تو چونکہ عقل ناقص ہے۔ اس لئے جس نتیجہ پر روسی کمیونسٹ پہنچا اس نتیجہ پر چینی سوشلسٹ نہیں پہنچا۔ چین نے اپنی اور تھیوریز بنالیں اور اس طرح ان کا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ گو عام طور پر لوگوں کے سامنے یہ اختلاف نہیں آیا لیکن میں آپ کو اعلیٰ وجہ البصیرت بتاتا ہوں کہ ان کا آپس میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے روسی اور چینی اختلاف سے پہلے یوگوسلاویہ کے ٹیٹو کے کمیونزم اور روسی کمیونزم میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

یوگوسلاویہ والے کہتے ہیں کیا تم ہی بڑے عقلمند ہو؟ ہمیں بھی تو عقل دی گئی ہے۔ ہم بھی اختلاف کر سکتے ہیں۔

غرض یہ تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو عقل دی ہے لیکن ایسی عقل دی ہے جو غیر محدود وسعتوں میں جولانی نہیں کر سکتی کیونکہ عقل محدود ہے۔ جس وقت وہ اپنی حدود کو پھلانگتی ہے، وہ نقص کو پیدا کرتی ہے۔ وہ بطلان کو پیدا کرتی ہے۔ وہ صداقت کو پیدا نہیں کرتی کیونکہ وہ اپنی حدود سے آگے نکل جاتی ہے حالانکہ وہ ایک محدود چیز ہے لیکن جو کلام، جو بیان، جو صداقتیں اور اختلاف کو دور کرنے والے جو اصول علاّم الغیوب کے کامل علم کے سرچشمے سے نکلتے ہیں وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ عقل اور عقل کے درمیان اختلافات کو دور کرائیں۔

پس یہ عظیم قرآن اس لئے نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے الہام کے ذریعہ عقول ناقصہ کے اختلاف کو دور کیا جا سکے اور یہ قرآن کریم کی بے شمار صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے مقام اور شان کو مختلف جگہوں پر بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ہم کہہ

دیتے ہیں کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اصل میں تو اللہ تعالیٰ ہی بیان کرنے والا ہے۔ جس نے قرآن کریم نازل کیا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے کلام کی شان کو بیان کیا ہے جسے عام فہم زبان میں ہم کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم نے خود بیان کیا ہے یہ محاورہ بھی درست ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس محاورہ کو استعمال کیا ہے۔ تاہم یہ ایک عام فہم محاورہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کی عظمت کو اپنے کلام یعنی قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن اتنی عظیم کتاب ہونے کے باوجود رسول نے فرمایا کہ میری قوم نے اس کتاب سے زبانی اور دلی طور قطع تعلق کر لیا ہے۔

چنانچہ اب ابھی آپ اپنی زندگیوں میں دیکھیں، ہمارے پاکستان میں بھی مسلمان کہلانے والوں میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بسا اوقات زبان سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ چودہ سو سالہ پرانی کتاب آج کے نئے مسائل کس طرح حل کرے گی؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے اسلام ہمارا دین ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ قرآن کریم ہمارے مسائل کے حل کے قابل ہو۔ کئی لوگ تو بڑی دلیری سے کھلے طور پر یہ کہہ دیتے ہیں اور کئی اشاروں میں یہ بات کرتے ہیں اور دل سے تو قرآن کریم کی عظمت کو بہت کم لوگ مانتے ہیں کیونکہ دل کا ایمان تو جوارح کی حرکتوں کو پکڑ لیتا ہے اور اِدھر اُدھر نہیں جانے دیتا وہ یقین جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس کے بعد عمل میں گمراہی نہیں پیدا ہوسکتی لیکن اب حالت یہ ہے کہ قرآن کریم پر ایمان بھی ہے اور اسّی فیصد اعمال قرآنی ہدایت کے خلاف بھی ہیں۔ یہ طریق عمل قرآن کریم کو دلی طور پر مہجور قرار دینے یعنی قطع تعلق کرنے کے مترادف ہے زبان سے قرآن کریم کی صداقت کا اقرار ہے لیکن دل سے قطع تعلق ہے۔ اس کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب فی الواقعہ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر بڑا فضل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ علاوہ اور بہت سی روشنیوں کے ایک یہ صداقت بھی ملی ہے کہ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے۔ یہ ابدی صداقتوں پر مشتمل اور ہر زمانے کی عقول ناقصہ کے اختلافات کو دور کرنے والی کتاب ہے الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ پس ہر احمدی کو

اللہ تعالیٰ کا بڑا شکرگزار ہونا چاہئے اور اس کی حمد کرتے رہنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اتنا عظیم احسان ہے کہ اگر ہم اپنی ساری عمر الحمدللہ پڑھتے رہیں تب بھی صرف اس احسان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس نے ہمیں یہ کہہ کر تسلی دی۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا (البقرہ:۲۸۷)

فرمایا تمہاری جتنی طاقت ہے اتنا کام کرلو گے تو میں سمجھوں گا تم نے سارا کام کرلیا اور یہ گویا اس کا ہم پر ایک اَور احسان ہوگیا۔

پس ہم نے قرآن کریم کی عظمت کو پہچانا ہے اور صرف یہی نہیں کہ ہم نے قرآن کریم کی عظمت کو پہچانا بلکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ساری دُنیا کے دل میں قرآن کریم کی عظمت کو قائم کردیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو پھر ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی بالکل بے معنی ہے۔

چنانچہ اشاعت قرآن کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو توفیق بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی رحمتیں نازل کیں۔ میری خلافت سے پہلے بہت کام ہوا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے دُنیا کا ذہن بدل دیا مثلاً جس وقت جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہوا اس وقت جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے دُنیا کی حالت یہ تھی کہ جو عوام تھے اُن کو تو علم ہی نہیں تھا کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب انسان کی طرف دُنیا میں نازل ہو چکی ہے۔ جو متوسط طبقہ کے پڑھے لکھے لوگ تھے اُنہوں نے شاید قرآن کریم کا نام تو سُنا ہو لیکن اُن کے دل میں اس سے کوئی محبت یا دلچسپی نہیں تھی۔ جو لوگ زیادہ پڑھے لکھے تھے اور سکالرز کہلاتے تھے جن کا عملی مجالس میں اُٹھنا بیٹھنا تھا اور اُن کا آپس میں تبادلہ خیال ہوتا تھا۔ اُن کو قرآن کریم کے ساتھ محض اس قدر دلچسپی تھی اور اُن کے دل میں قرآن کریم کی صرف اتنی قدر تھی کہ اگر قرآن کریم کا ترجمہ انگریزی کے طریقہ پر اُن کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ شاید قرآن کریم پر احسان کر کے کبھی کبھی اُسے دیکھ لیا کریں۔ اب ویسے تو یہ طریق درست نہیں ہے کہ قرآن کریم کا متن اس کے ترجمے کے پیچھے چلے اصل طریق تو یہ ہے کہ ترجمہ متن کے پیچھے چلے لیکن میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اس وقت دُنیا کی

حالت یہ تھی کہ اگر قرآن کریم کا ترجمہ ہماری تحریر یا رسم الخط کی طرز پر دائیں بائیں ہوتا تو صرف اتنی سی وجہ سے کہ ہمیں عادت نہیں ہے دُنیا کے انگریزی خواں طبقہ نے بھی قرآن کریم کو ہاتھ نہیں لگانا تھا۔ پھر تراجم ہوئے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی بھی ایک ترجمہ ہوا اور ہمارے خیال میں وہ ضائع ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ پھر حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی تفسیر کی اور آپ کی زیر نگرانی انگریزی کے علاوہ اور بھی مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے مثلاً ڈچ زبان میں ترجمہ ہوا، جرمن زبان میں ترجمہ ہوا، سواحیلی زبان میں ترجمہ ہوا، روسی اور فرانسیسی زبانوں میں بھی ترجمے ہو چکے ہیں۔ لیکن چونکہ روسی اور فرانسیسی جاننے والے احمدی ہمیں نہیں ملے اور یہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس واسطے ان کے مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے ابھی تک اُن کو شائع نہیں کیا۔ اب چند سال پہلے فرانسیسی ترجمہ کی REVISION (ری ویژن) کے ہم قابل ہوئے تھے۔ اس کا مسودہ اشاعت کے لئے تیار ہے۔ انشاء اللہ دو ایک سال میں مارکیٹ میں آجائے گا لیکن روسی ترجمہ قرآن کریم کی نظر ثانی ہم نہیں کروا سکے۔ میرے خیال میں بعض اور زبانوں میں بھی تراجم کے مسودے تیار ہیں لیکن اس وقت میرے ذہن میں نہیں۔

بہرحال میں یہ بتا رہا ہوں یہ جو ڈچ زبان یا جرمن زبان یا انگریزی زبان بائیں سے دائیں کو چلتی ہے اس کے مطابق ہم نے متن کو رکھا اور اس طرح جہاں سورۃ الحمد ہونی چاہیئے تھی وہاں سورۃ النّاس آ گئی۔ غرض ابتداء میں متن نے ترجمہ کا پیچھا کیا۔ صرف اس نیت سے کہ ان لوگوں میں قرآن کریم کے ساتھ کوئی دلچسپی پیدا ہو۔ اس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم کامیاب ہو گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ لوگوں کے ذہن میں ایک انقلاب آ گیا گو یہ ایک چھوٹا سے انقلاب ہے مگر ہے یہ بھی انقلاب جس طرح سمندر میں طوفان آئے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ پہاڑ جیسی اُٹھنے والی ایک لہر طوفان کا حصہ نہیں ہے۔ وہ طوفان کا حصہ ہے لیکن طوفان نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے حق میں یہ تبدیلی اپنی جگہ ایک صداقت ہے اور دُنیا میں جو ایک انقلاب عظیم بپا ہو رہا ہے یہ اس کا ایک اہم حصہ ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر واشاعت پر ایک لمبا زمانہ گزر گیا۔ اس عرصہ میں ہم نے قرآن کریم میں اتنی دلچسپی پیدا کر دی کہ اگر ترجمہ متن کے پیچھے چلے تو یہ اس کی اشاعت میں روک نہیں بنے گا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی زیرنگرانی تیار ہونے والا وہ انگریزی ترجمہ جس کے متعلق میں نے یہ بتایا ہے کہ وہ ضائع ہو گیا تھا وہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنا کر کے شائع کیا تھا میرے خیال میں ۱۹۵۵ء تک اس انگریزی ترجمہ جس کے چالیس پچاس ہزار نسخے شائع کئے جا سکے ان کے اعداد وشمار اکٹھے کروا رہا ہوں۔ خود ہمارا جو پہلا ترجمہ تھا وہ بھی چند ہزار کی تعداد میں چھپا تھا اس سے زیادہ نہیں چھپ سکا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو چوٹی کے پڑھے لکھے لوگ تھے ہم صرف ان تک انگریزی اور چند دوسری زبانوں میں ترجمہ قرآن کریم پہنچا سکے۔

اب پہلی دفعہ میں نے حالات کو دیکھ کر ترجمہ کی طرز میں تبدیلی کی چنانچہ اب قرآن کریم کا ترجمہ متن کے پیچھے چل رہا ہے یعنی **سورۃ الحمد** پہلے صفحہ پر ہے آخری صفحے پر نہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ابھی اس کی پہلے کی طرح تو اشاعت نہیں ہوئی۔ اس پر کچھ وقت لگے گا۔

قرآن کریم کے ہزاروں نسخے سمندروں کی لہروں پر ’’موجیں‘‘ کر رہے ہیں اور ابھی تک منزل مقصود پر نہیں پہنچے تاہم پچھلے تین چار مہینوں میں چالیس ہزار سے زیادہ تعداد میں بک چکے ہیں۔ **الحمد للہ**۔ تاہم یہ تو میرا ایک جائزہ تھا ایک ASSESSMENT (ایسس منٹ) تھی، ایک خیال تھا کہ ہم نے یہ انقلاب پیدا کر دیا اور قرآن کریم سے اتنی دلچسپی پیدا ہو چکی ہے کہ اگر ہم دائیں سے بائیں انگریزی لکھنا شروع کر دیں گے تو ان کو اس کا کوئی احساس نہیں ہو گا۔ چنانچہ افریقہ میں ہم نے جو نمونے بھیجے تھے وہ پڑھے لکھے افریقنوں نے زبردستی چھین لئے۔ کچھ قرآن کریم کے انگریزی ترجمے کے نسخے یورپ میں بھیجے تھے۔ جرمنی کے نو مسلم نو احمدیوں میں سے بعض کے خط آئے ہیں کہ ہم نے کیا قصور کیا ہے۔ آپ نے حمائل سائز میں انگریزی ترجمہ شائع کر دیا ہے مگر جرمن ترجمہ قرآن کریم ابھی تک شائع نہیں کیا۔ ان کے خطوط سے علاوہ اور چیزوں کے میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ ان کو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ ترجمہ کی

طرز میں کیا تبدیلی ہوگئی ہے۔ بعض لوگوں کو میں خود بتاتا ہوں کہ دیکھو یہ انقلاب رونما ہو چکا ہے۔ چند دن ہوئے ایک بڑے افسر ملنے آئے ہوتے تھے۔ مَیں نے ان کو انگریزی ترجمہ قرآن کریم دکھایا۔ تو میں نے جیسا کہ میری عادت ہے اور ہر عقلمند احمدی کی ہونی چاہئے ہم کوئی بات دھڑلے کے ساتھ پورے علم کے بغیر نہیں کر سکتے۔ میں نے انہیں بڑے محتاط الفاظ میں بتایا کہ میرے علم میں پہلی دفعہ یہ واقع ہوا ہے کہ قرآن کریم کے ترجمہ کرتے وقت ترجمے کے متن کو FOLLOW (فالو) کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ آپ کے علم میں ہی نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ یہ پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ میں نے کہا میرے علم میں نہیں ممکن ہے کہیں سے کوئی ترجمہ نکل آئے اس لئے ہم حتمی طور پر نہیں کہہ سکتے لیکن اگر ہے بھی تو وہ بہت تھوڑا ہوگا۔

پس جہاں تک قرآن کریم کی اشاعت کا تعلق ہے ایک انقلاب آ گیا ہے۔ گو اس انقلاب کی اس وقت ہمیں ایک موج نظر آتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک انقلاب پیدا ہو رہا ہے دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ ہمارا اپنا پریس جلدی لگ جائے۔ چونکہ ملک میں ایک سیاسی ہنگامہ اور انتشار پیدا ہوا اور پھر اس کو درست کرنے کے لئے ایک حکومت قائم ہوئی جو حالات کو معمول پر لانے کی کوشش کر رہی ہے اور اس پر کچھ وقت لگے گا ورنہ ہمارے پریس کے لئے باہر سے مشینیں منگوانے کا کیس قریباً تیار تھا۔ اس روک کی وجہ سے کچھ دیر ہمیں اور انتظار کرنا پڑے گا لیکن میں آپ کو یہ بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے راستے میں مستقل روکیں پیدا نہیں ہوا کرتیں۔

چنانچہ میں پریس کے بارے میں پریشان تھا اور دعائیں کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور راستہ بتا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں وہ خود راہیں کھول دیتا ہے دو، چار مہینے یا سال کی تاخیر ہو جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

ملک غلام فرید صاحب نے چھوٹے نوٹوں کے ساتھ قرآن کریم کا جو ترجمہ شائع کیا ہے اس کی طباعت پر پاکستان کے ایک پریس نے چار سال لئے ہیں۔ میں نے تحریک جدید سے کہا کہ فرانسیسی ترجمہ یہاں بالکل نہیں چھپوانا اور نہ باہر سے چھپوانا ہے کیونکہ اگر اس کے چھپنے پر چار سال ہی لگنے ہیں تو ہم تین سال تک اپنے پریس کا انتظار کر سکتے ہیں اپنے پریس میں

انشاء اللہ تین مہینے میں چھپ جائے گا اور اس طرح تین سال انتظار کرنے کے بعد نو مہینے پھر بھی بچ جائیں گے۔ اس واسطے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ کام اپنے وقت پر انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔

میں نے بعض بنیادی باتیں بطور تمہید کے بیان کی ہیں۔ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلہ میں مجھ پر اور آپ پر ایک ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے اس ذہنی کیفیت کو بدلنا ہے جو

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۱

(الفرقان:۳۱)

میں بیان کی گئی ہے۔ غرض قرآن کریم کو مہجور و متروک سمجھنے کی اس ذہنی کیفیت کو بدلنے کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ڈالی گئی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اسلام کی نشأۃ اولیٰ تکمیل ہدایت کا زمانہ تھا اور نشاۃ ثانیہ میں تکمیل اشاعت ہدایت مقدر ہے۔ بعض لوگ خواہ مخواہ آنکھیں بند کر کے ہم پر اعتراض کر دیتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام فنا فی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں کسی شخص نے اپنے نفس کو اس طرح فنا نہیں کیا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نفس کو فنا کیا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے زمانہ میں تکمیل اشاعتِ ہدایت ہوگی کیونکہ ہدایت تو

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ:۴)

کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مکمل ہوگئی تھی اور اس وقت کی معروف دُنیا میں اسلام غالب بھی آ گیا تھا۔ وہ معروف دُنیا میں تو غالب آ گیا لیکن اس وقت کی معروف دُنیا بہت چھوٹی تھی۔ بعض علاقے غیر آباد پڑے ہوئے تھے مثلاً جزائر میں آبادی نہیں تھی۔ آسٹریلیا میں آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔

بہرحال چودہ سو سال میں دُنیا کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔ افریقنوں نے پچاس پچاس بیویاں رکھ لیں۔ اسلام لانے سے پہلے بھی اور اب اسلام میں بھی۔ وہاں ایسا ہی چلتا ہے کیونکہ ان کی زیادہ تربیت نہیں ہوسکی۔ وہاں کی ہماری جماعت کے پریذیڈنٹ صاحب مسلمانوں سے احمدی ہوئے ہیں۔ قبول احمدیت سے پہلے اُنہوں نے اتنی بیویاں کیں اور اتنے بچے پیدا کئے کہ انہیں یہ یاد ہی نہیں کہ کون میرا بچہ ہے۔ ویسے وہ ہیں بڑے امیر آدمی۔ ان کے متعلق یہ لطیفہ بیان ہوتا ہے (اور لوگ ان سے مذاق کرتے ہیں) کہ ایک نوجوان آ جاتا ہے اور کہتا ہے میں تھرڈ ائیر میں داخل ہوں۔ اور میں آپ کا بیٹا ہوں۔ آپ میرا خرچ برداشت کریں وہ چپ کر کے جیب سے پیسے نکال کر اسے دے دیتے ہیں۔ ان کو یہ بالکل پتہ نہیں ہوتا کہ وہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔ اسلام نے بھی چار شادیوں کی اجازت دی تھی مگر شرائط کے ساتھ اور ویسے دُنیا میں جائز و ناجائز طریقوں سے انسانوں نے بچے پیدا کئے۔ چنانچہ آج کل اخباروں میں عموماً آتا رہتا ہے کہ بیسویں صدی کے آخر میں دُنیا کی اتنی آبادی بڑھ جائے گی۔

پس پچھلے چودہ سو سال میں دُنیا بہت بڑھ گئی۔ دُنیا بہت پھیل گئی غیر آباد علاقے آباد ہو گئے۔ نئے سے نئے ملک اُبھرے۔ آپس میں ملاپ کی راہیں کُھل گئیں۔ پھر ایک خاندان بننے کا وقت آ گیا۔ اب دُنیا کو ایک خاندان بنانا آپ کا کام ہے تکمیل اشاعت قرآن آپ کا کام ہے۔

میرے دل میں یہ شدید خواہش ہے کہ اگلے پانچ سال میں قرآن کریم کی کم از کم دس لاکھ کاپیاں دس لاکھ افراد کے پاس یا یوں کہنا چاہئے کہ دس لاکھ گھروں میں پہنچ جانی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا۔ میں نے یہ کام کروا دیا ہے۔ میں خود حیران ہوں میرا زمانہ خلافت ابھی بہت تھوڑا ہے۔ پانچ چھ سال کے اس تھوڑے سے عرصہ میں قرآن کریم کی ایک لاکھ کاپیاں چھپ چکی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ میں سے کسی دوست کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی ہوگی کہ کتنا بڑا انقلاب آ گیا ہے۔

میں نے آپ سے یہ بات کہی تھی لیکن آپ لوگ میرے ساتھ کما حقہ، تعاون نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اور آپ پر بھی فضل فرمائے۔ میں نے امرائے ضلع کو ایک آسان سکیم بنا کر دی تھی کہ ہر تحصیل اشاعتِ قرآن کے لئے دو ہزار روپے جمع کرے بعض تحصیلوں کے لئے تو یہ بالکل معمولی بات ہے مثلاً تحصیل لاہور میں سے ایک آدمی بھی دو ہزار روپے دے سکتا ہے۔ وہ اگر ہمت کریں تو اس سے زیادہ جمع کر سکتے ہیں۔ بعض تحصیلوں میں ہمارے احمدی دوست اتنے تھوڑے ہیں کہ ان تحصیلوں میں دو ہزار روپیہ اکٹھا کرنا بظاہر مشکل ہے۔ تاہم یہ ایک عام پروگرام بنایا گیا ہے۔ تکلیف مالا یطاق کے بغیر جو کام ہم کر سکتے ہیں وہ ہمیں کرنا چاہئے لیکن اگر ہم اوسطاً فی تحصیل دو ہزار روپیہ بطور سرمایہ اشاعتِ قرآن کے لئے جمع کریں تو مغربی پاکستان کی کل ۱۵۲ تحصیلیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ۳ لاکھ ۴ ہزار روپے جمع ہو سکتے ہیں۔ میں نے امرائے ضلع کو کہا تھا کہ یہ اپنا سرمایہ رکھو اور اس سے حمائل سائز میں سادہ اور اردو ترجمہ والا قرآن کریم خرید کر فروخت کرو۔ ہم نے یہ قرآن کریم مارکیٹ میں اتنا سستا دے دیا ہے کہ بعض لوگ مانتے نہیں۔ حتیٰ کہ بعض احمدیوں کو بھی شاید شک ہوگا کہ اپنی طرف سے ڈالا ہے حالانکہ ہم اسے اصل لاگت پر دے رہے ہیں۔ اس کا اصل خرچ چھ روپے فی کاپی ہے۔ گو بعض ملکوں میں اس سے بھی کم قیمت پر دے رہے ہیں اور بعض ملکوں میں اس سے زیادہ قیمت پر بھی دے رہے ہیں تا کہ اسے سمویا جائے اور ہماری اپنی اصل قیمت وصول ہو جائے۔

امت محمدیہ میں دراصل قرآن کریم کی اشاعت دو رنگ میں کی گئی ہے ایک اس کو تجارت کا مال بنا کر منڈی میں پھینکا گیا اور اس سے مادی فائدہ اُٹھایا گیا لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے تاجر نہیں بنایا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب بنایا ہے اس واسطے میں نے تجارت نہیں کرنی۔

تفسیر صغیر کی طرز پر اردو ترجمہ قرآن کریم بھی چھپ چکا ہے۔ بعض دوستوں نے دیکھا بھی ہوگا۔ یہاں بھی کچھ کاپیاں پڑی ہوئی ہیں۔ شروع میں جب دفتر والوں نے مجھے تین کاپیاں لا کر دیں کہ میں دیکھ لوں۔ تو مَیں نے خاندان کے افراد جو مجھے ملنے کے لئے شام کو آجاتے ہیں ان کو دکھایا تو سب نے بڑا پسند کیا۔ مَیں نے کہا مجھے بڑا افسوس ہے کہ اس کی قیمت میں چھ روپے نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ اس پر خرچ چھ روپے سے کچھ زیادہ ہو گیا ہے اور کچھ

ہم لوگوں کو مفت دے دیتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے اس سلسلہ میں کام کرنے والوں نے رضا کارانہ طور پر کام کیا۔ ہم نے تنخواہ دار آدمی نہیں رکھے ہوئے اگر اس کی قیمت میں تھوڑا سا اضافہ کر دیا جائے تو پھر بھی اصل خرچ کے اندر ہی رہتا ہے۔ مَیں نے کہا میں اس کی قیمت سات روپے رکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر ہمارے گھر سے ایک عزیز کہنے لگے کہ یہ تو بہت کم قیمت ہے۔ اس کی قیمت کم از کم دس بارہ روپے ہونی چاہئے۔ میں نے کہا میں اتنی زیادہ قیمت کیوں رکھوں میں کوئی تاجر تو نہیں۔ میری تو خواہش ہے کہ قرآن کریم ہر آدمی کے ہاتھ میں پہنچا دیا جائے اور یہ خواہش تبھی پوری ہو سکتی ہے جب ہم دُنیا کی تجارت نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تجارت کریں۔ یہ تجارت تو ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے ساتھ تجارت کرو۔ چنانچہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اے ہمارے پیارے رب! ہم تیرے ساتھ تجارت کریں گے۔

پس اگر دوست اس سلسلہ میں کوشش کریں تو ’’اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ‘‘ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۷۸) کی رُو سے ہمیں انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی بڑی برکت ملے گی۔

ابوظہبی وغیرہ عرب ریاستیں جو پٹرولیم کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ وہاں بھی خدا کے فضل سے احمدی دوست کام کرتے ہیں۔ وہاں سے پچھلے سال مجھے دوستوں کے کئی خط آ گئے کہ پنجاب کے جو علماء وہاں گئے ہیں اُنہوں نے ہمارے خلاف ایک ہی بڑی زبردست دلیل دی ہے اور اس کا ہمیں جواب چاہئے اور اُنہوں نے ہمارے خلاف دلیل یہ دی ہے کہ احمدیوں کا قرآن کریم اور ہے۔ اس لئے ہمیں ربوہ کا چھپا ہوا قرآن کریم بھیج دیں تا کہ ہم ان کو دکھا سکیں کہ ہمارا قرآن اَور نہیں ہے بلکہ وہی قرآن ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اُس وقت تو یہ قرآن کریم ابھی چھپے نہیں تھے اب چھپ گئے ہیں۔ ایک دوست وہاں سے آئے ہوئے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا تم جتنے لے جا سکتے ہو لے جاؤ اور ان کو بتا دو کہ قرآن عظیم جو اللہ کی کتاب ہے نہ ہماری نہ تمہاری اور اللہ کی یہ عظیم کتاب ایک ہی ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ غرض ربوہ کا چھپا ہوا قرآن ہو تو ہر جگہ کے احمدی ایسے اعتراض کرنے والے لوگوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ بتاؤ کون سی آیت نئی ڈالی ہے اور کون سی نکالی گئی ہے۔ یہ تو وہی قرآن کریم ہے جو اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔

پس ہم نے اس کی تجارت اللہ تعالیٰ سے کرنی ہے۔ ہم نے پانچ دس فیصدی نفع نہیں لینا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ساتھ تجارت کرے گا اسے دس گنا زیادہ دوں گا اور اگر چاہوں تو اس سے بھی زیادہ دوں گا۔ اس لئے ہم نے یہ دعا کرنی ہے کہ اے ہمارے خدا! ہمارے لئے یہ پسند فرما اور توفیق دے کہ ہم اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں اور زیادہ سے زیادہ ثواب اور اجر کے مستحق ٹھہریں۔

اس وقت آپ دوست جو میرے سامنے بیٹھے ہیں جن میں کچھ دوست باہر سے بھی آئے ہوئے ہیں جہاں جہاں سے بھی آپ کا تعلق ہے وہاں قرآن کریم کی اشاعت کریں۔ جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا ہے ہر تحصیل اگر دو ہزار روپے کا سرمایہ جمع کرے امراءِ ضلع کو تو میں نے پوری سکیم بتائی تھی کہ دو ہزار روپے فی تحصیل جمع کر کے اس سے قرآن کریم خرید لو اور کوشش کرو کہ پوری قیمت یعنی چھ روپے جو اصل لاگت ہے اس پر فروخت کر دو اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو ایک دو روپے رعایت دے کر بھی قرآن کریم کو ہر آدمی کے ہاتھ میں پہنچانے کی کوشش کرو۔ یہ رعایت ہمیں اس لئے بھی دینی پڑتی ہے کہ رسول نے فرمایا تھا:-

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان:۳۱)

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم اس وقت متروک مہجور ہے۔ ایک شخص جو مسلمان کہلاتا ہے وہ ایک شام کی عارضی اور متوہّمی اور بے معنی لذت حاصل کرنے کے لئے تیس روپے خرچ کرتا اور اپنے بیوی بچوں کو سینما دکھانے چلا جاتا ہے مگر چھ سات روپے قرآن کریم اور اس کے ترجمے کے لئے خرچ نہیں کرتا جو اس کے لئے ساری عمر برکت کا موجب ہے۔

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ایک صداقت ہے جسے دُنیا جھٹلا نہیں سکتی لوگوں کا عمل بتا رہا ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مجھے اور آپ کو خدا تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ قرآن کریم کی عظمت کو دوبارہ قائم کیا جائے۔ اس لئے اب قرآن کریم مہجور نہیں رہے گا بلکہ یہ ہماری ہی نہیں ہر انسان کی روح کا سرور،

ذہنوں کا نور اور سینوں کی ٹھنڈک بن جائے گا۔ انشاء اللہ۔

ایک سادہ بغیر ترجمہ کے قرآن کریم ہے جو ہمارے اطفال الاحمدیہ یعنی چھوٹے بچوں کے لئے ہے وہ اس سے ناظرہ قرآن پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ یہ سادہ قرآن کریم ایک لاکھ سے زیادہ لگنا چاہئے کسی اور کے چھپوائے ہوئے قرآن کریم سے ہم نے مقاطعہ نہیں کیا ہوا۔ ہم اپنے اس سادہ قرآن کریم کو اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ ہمارے بچے قاعدہ یسرنا القرآن سے قرآن کریم سیکھتے ہیں اور یہ حمائل سائز سادہ قرآن کریم، قاعدہ یسرنا القرآن کے رسم الخط پر شائع کیا گیا ہے اس سے بچوں کو سہولت رہتی ہے اور آسانی سے قرآن کریم کی طرف اُن کی علمی جدوجہد منتقل ہو جاتی ہے چنانچہ شروع میں جب اس رسم الخط پر حمائل سائز پیج قرآن کریم چھپ کر آیا تو مجھے فکر تھی کہ چھوٹا سائز ہونے کی وجہ سے بچے شاید اس کو پڑھ نہ سکیں۔ میں نے اپنے گھر میں اپنی ہمشیرگان سے کہا کہ جو بچے گھروں میں قاعدہ یسرنا القرآن پڑھتے ہیں اور ان کی پڑھائی قرآن کریم کی طرف منتقل ہونے والی ہے ان کو حمائل سائز میں یہ قرآن کریم پڑھا کر دیکھیں وہ اٹکیں گے تو نہیں لیکن مجھے ان کی طرف یہ رپورٹ نہیں ملی کہ اسے پڑھتے وقت کوئی بچہ اٹکا ہو۔ سب نے یہی کہا کہ قاعدہ یسرنا القرآن کی وجہ سے بچے اس قرآن کریم کو آسانی کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔

پس ایک لاکھ سے زیادہ تو ہمیں یہی سادہ قرآن کریم پھیلا دینا چاہئے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے تنگ کریں اور کہیں کہ شائع کرنے والے سستی کیوں کرتے ہیں؟ ہماری ضرورت کیوں پوری نہیں ہوتی؟

بہرحال میری سکیم یہ تھی کہ دو ہزار روپے فی تحصیل جمع ہوں اور یہ اُن کا سرمایہ ہو گا اور اس میں کچھ کم ہو جائے تو اتنا ہر سال پورا کر لیا جائے مثلاً اگر آپ نے سو آدمیوں کو چھ روپے کی بجائے پانچ روپے میں قرآن کریم دیئے تو اس طرح سو روپیہ آپ کے اصل سرمایہ میں سے کم ہو جائے گا۔ اگلے سال اس کو آپ نے پورا کرنا ہے۔ دو ہزار روپے نہیں جمع کرنے ایک سو روپے مزید جمع کر کے دو ہزار روپے کے اصل سرمایہ کو برقرار رکھتا ہے ایک سال میں دو ہزار کیا اس کو چکر دے کر اس سے زیادہ بھی اشاعت ہو سکتی ہے مثلاً اصل سرمایہ سے آپ نے

جو قرآن کریم خریدے ہیں اُن کو بیچیں، پھر منگوائیں اور اس طرح فروخت کرتے چلے جائیں۔ اگر کسی دوست کو مفت دینا چاہئیں تو بجائے اشاعت قرآن کے اس اجتماعی فنڈ سے دینے کے اپنے پاس سے ساری یا آدھی قیمت دے دیں۔

غرض یہ سادہ قرآن کریم ہے جو بچوں کے لئے ہے۔ پھر اردو ترجمہ ہے ایک حصہ انگریزی پڑھنے والوں کا ہے ان ہر سہ قسم کے قرآن کریم کی کئی لاکھ کی مانگ تو صرف پاکستان میں ہے۔ ویسے جو دعاؤں کے محتاج ہماری کوششوں کے حصے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو امریکہ میں کوشش ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ وہ ہمیں قرآن کریم کا بڑا آرڈر دیں جو کم از کم ایک لاکھ کاپی کا ہو۔ امریکہ تجارتی لحاظ سے بڑا منظّم اور امیر ملک ہے اس واسطے امریکن دوستوں نے مجھے کہا کہ انگریزی ترجمہ قرآن کریم کی قیمت وہ نہ رکھیں جو پاکستان میں رکھی ہے ورنہ امریکن لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ چیز اتنی سستی مل رہی ہے اس لئے یہ کوئی قیمتی اور اچھی چیز نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دوست نے کہا کہ اس کی کم از کم قیمت دس ڈالر رکھیں۔ (آج کل نرخ کے مطابق دس ڈالروں کے ۱۱۰/۔ روپے بنتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں تو پھر وہ کہنے لگا پانچ ڈالر رکھ لیں۔ اب مجھے یاد نہیں رہا کہ اس کی کتنی قیمت مقرر ہوئی ہے لیکن زائد قیمت کا فیصلہ ہمیں دو وجہ سے کرنا پڑا۔ ایک اس لئے کہ ہم امریکہ سے کمانا چاہتے ہیں اور کمانا اس لئے نہیں کہ اس سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے۔ مَیں اس لئے کمانا چاہتا ہوں کہ مَیں اللہ تعالیٰ سے اس کی تجارت بڑھا سکوں۔ دوسرے اس لئے بھی قیمت بڑھانی پڑی کہ جس امریکی فرم سے ہماری خط و کتابت ہو رہی تھی (گو وہ اتنی اچھی ثابت نہیں ہوئی تاہم) اُس نے ہمیں کہا کہ ہم ساٹھ فی صد کمیشن لیں گے۔ اس لئے آپ جو بھی قیمت رکھنا چاہتے ہیں اس میں یہ کمیشن اور امریکہ تک پہنچنے کا کرایہ جمع کر دیں۔ وہ آگے چالیس فیصد رعایت قیمت پر دوکانداروں کو RETAIL (ری ٹیل) پر دیتے ہیں غرض اُنہوں نے کہا کہ ہم قیمت میں اس اضافے کے ساتھ لے لیں گے اور ہم خود ہی اشتہار وغیرہ دے کر فروخت کریں گے۔ دوست دعا کریں۔ اگر میں اس طرح ایک لاکھ کاپی امریکہ میں بھجوا سکوں تو ایک لاکھ نسخے مفت افریقہ میں دے سکتا ہوں ہم اس کے نفع سے مزید قرآن کریم شائع کر کے افریقہ میں مفت تقسیم کریں گے

کیونکہ افریقہ اس کا مستحق ہے۔ بعض دفعہ مجھے اُن پر بڑا رشک آتا ہے، اُن میں سے آٹھویں، دسویں گیارہویں، بارہویں میں پڑھنے والے بچے کیا اور نوجوان کیا سبھی کے دل میں قرآن کریم اور عربی زبان سے بڑی محبت ہے وہ مجھے یہاں خط لکھتے رہتے ہیں کہ آپ ہمیں قرآن کریم باترجمہ بھیج دیں یہ اُن کے جذبہ کا اظہار ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اگر یہاں جماعت احمدیہ کے مبلغ انچارج کو کہا (وہ سارے احمدی نہیں ہوتے۔ اکثر ان میں وہ ہوتے ہیں جو احمدی نہیں ہوتے) تو یہ دیر کردے گا یا سستی کردے گا۔ اس واسطے براہ راست کیوں نہ لکھ دیں۔ پھر میں ان کے خطوط اپنے مبلغین کو بھجوا دیتا ہوں کہ ان کے لئے قرآن کریم کا انتظام کردو۔

غرض اگر ہم پھر پڑھے لکھے افریقن کے ہاتھ میں اپنے انگریزی ترجمہ والا قرآن کریم دے دیں تو اس افریقن کے پاس جا کر کوئی مولوی صاحب یہ نہیں کہیں گے کہ احمدیوں کا قرآن اور ہوتا ہے اور ہمارا قرآن اور۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں گے تو وہ اپنی جیب سے نکال کر دکھا دیں گے کہ بتائیں کہاں اختلاف ہے؟

اسی طرح میں یہ چاہتا ہوں اور میرے چاہنے سے مراد میری یہ خواہش ہے۔ باقی خواہشات کو پورا کرنا یا کب پورا کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ہمارا کام صرف نیک خواہش پیدا کر کے اس کے پورا ہونے کے لئے دُعائیں کرنا ہے۔ یہ میری اور آپ کی ذمہ داری ہے اور اس کے لئے جہاں تک ہماری طاقت ہے کوشش کرنا ہے۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ پاکستان کے ہر گھر میں (ہر فرد کے لئے مَیں نہیں کہہ رہا) ہمارا چھپا ہوا قرآن کریم اور اس کا ترجمہ پہنچ جائے۔ یہ کام وقت لے گا۔ یہ کام پیسے چاہتا ہے اس لئے سردست ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ پاکستان کے ہر گاؤں میں ہمارا ایک قرآن کریم سادہ اور ایک اردو ترجمہ والا ضرور پہنچ جائے۔ مجھے صحیح یاد نہیں رہا کہ پاکستان میں کل کتنے گاؤں ہیں۔ جب بی۔ ڈی کے کام ہوا کرتے تھے اس وقت میں نے تعداد نکالی تھی۔ اب یاد نہیں رہی۔ کہیں سے پتہ لگ جائے گا۔ اس کام کے لئے بھی محنت کرنی پڑے گی۔ جب ہر تحصیل میری سکیم کے مطابق کام کرے گی تو بہت ساری چیزیں اُن کے سامنے ایسی بھی آئیں گی جن کو میں بیان نہیں کرنا سمجھتا۔ اُن کو خود

ہی سمجھ آ جائے گی۔ بہرحال ہر تحصیل کے احمدیوں کو چاہئے کہ پندرہ دن میں دو ہزار روپے جمع کریں۔ دو ہزار میں سے فرض کریں چار سو کے قرآن کریم دے دیتے ہیں تو اتنی رقم گویا آپ کو واپس آ گئی۔ اس کے آپ اور قرآن کریم منگوالیں آپ نے دو ہزار سے نیچے نہیں جانا۔ دو ہزار روپے گویا آپ کا ریزرو ہے۔ ضمناً میں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ مثلاً ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کی سکیم کے ماتحت جو کام ہو رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے ایک دن خیال آیا کہ ایک خاص رقم سے یہاں کا ہمارا فنڈ نیچے جا رہا ہے اور نہ غیر ملکی فنڈ سے نیچے جا رہا ہے حالانکہ یہ کوئی منصوبہ نہیں تھا کہ اس سے نیچے نہ جائے۔ چونکہ میرے پاس ہر ہفتے رپورٹیں آتی ہیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ یہ فنڈ ایک خاص رقم سے نیچے نہیں جا رہا۔ میں نے سوچا کہ اس حد تک خدا تعالیٰ نے اسے سلسلہ کے لئے ریزرو بنا دیا ہے اور اس طرح پاکستان دس لاکھ روپے بطور ریزرو رہیں گے۔ پچھلے ایک مہینے میں نوّے ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان خرچ کرنا پڑا اور پھر جب آخری رپورٹ میرے سامنے آئی تو دس لاکھ اور چند ہزار کے قریب رقم باقی تھی۔ اسی طرح ہماری بیس ہزار پونڈ کی رقم غیر ملکوں میں ریزرو ہے جو وہاں کے باشندوں نے جمع کی ہے۔ حالانکہ وہاں سے ایک ایک وقت میں پانچ پانچ ہزار پونڈ افریقہ میں بھجوائے جا چکے ہیں۔ ہماری جماعتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر ایک جماعت نے نصرت جہاں ریزرو فنڈ میں حصہ لیا ہے۔ اس لئے ہماری کوشش یہ تھی کہ ساری رقمیں اکٹھیں ہو جائیں تاکہ ان کے OPERATE کرنے میں مشکل پیش نہ آئے اور وقت ضائع کئے بغیر اُن سے فائدہ اُٹھایا جا سکے۔ چنانچہ میں نے یہ ہدایت کی تھی کہ اس فنڈ کا کچھ حصہ انگلستان میں اور امریکہ میں رکھ کر باقی سوئٹزرلینڈ میں بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت ۱۳؍۱۴ ہزار پونڈ سوئس فرانک کی شکل میں ریزرو ہیں۔ اور ۵؍۶ ہزار پونڈ انگلستان میں ریزرو تھا۔ وہاں سے کچھ رقم سوئٹزرلینڈ بھجوا دی گئی تھی۔ باقی اور بھی ۲۳؍۲۴ ہزار پونڈ کی رقمیں دُنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تاہم میں نے یہ دیکھا ہے کہ اس سے پہلے بھی اور بعد بھی بیس ہزار پونڈ سے رقم نیچے نہیں گئی۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ریزرو قائم کر دیا ہے۔ تاکہ ہم گھبرا نہ جائیں۔ میں تو جو ضرورت ہوتی ہے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے راستے میں مالی قربانی کی شکل میں پیش کرو میں اپنا

کام تو نہیں کر رہا کہ مجھے فکر ہو۔ جس کا یہ کام ہے وہ آپ ہی ضرورت کو پوری کر دے گا۔

غرض دوست دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہم اگلے پانچ سال میں قرآن کریم کے دس لاکھ نسخے دُنیا بھر میں پھیلا دیں۔ اس کارِ خیر میں حصہ لینا ہم سب کے لئے موجب برکت ہوگا۔

دوست اپنے ایک مجاہد بھائی کے لئے دعا کریں۔ ڈاکٹر حسن پچھلے سال سیرالیون گئے تھے۔ ان کے متعلق پہلے بھی تار آئی تھی۔ آج پھر تار آئی ہے کہ اُن کی حالت تسلی بخش نہیں۔ اُن کے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور اندیشہ ہے کہ شاید گردے کے کسی پتھر نے راستہ بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے ''ٹاکسین'' جمع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو شافی مطلق ہے وہ اپنے فضل سے ان کو صحت اور زندگی عطا فرمائے۔

پھر اپنے لئے بھی دعا کریں اور سب سے زیادہ تکمیل اشاعت قرآن کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کام میں کامیابی بخشے۔ آپ یاد رکھیں اس وقت ہمارے سامنے خالی اشاعت قرآن نہیں کہ آپ سمجھیں کہ ہم نے بھی تاج کمپنی کی طرح اشاعت کر دی اور کافی ہو گیا۔ تکمیل اشاعت ہدایت ہماری ذمہ داری ہے صرف اشاعت ہدایت ہماری ذمہ داری نہیں اور اس تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ہر انسان کے ہاتھ میں قرآن کریم کی ہدایت پہنچانی ہے۔ دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری کمزوریوں کے باوجود، مال کی کمی کے باوجود اور اثر و رسوخ کی کمی کے باوجود اور اندرونی اور بیرونی فتنوں کے باوجود ہمیں اس کارِ خیر کی کما حقہ توفیق عطا فرمائے۔ جہاں تک اندرونی فتنوں کا سوال ہے منافق بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ لگایا ہوا ہے تا کہ ہم بیدار رہیں۔ شیطان نے بھی ایک بزرگ کو تہجد کے لئے اُٹھا دیا تھا۔ پہلے دن سلائے رکھا اور دوسرے دن خود اٹھا دیا۔ اس بزرگ نے کہا شیطان! تو مجھے اُٹھانے کیسے آ گیا؟ اس نے کہا کل تہجد نہ پڑھنے کے نتیجہ میں تمہاری روح میں جو اضطراری کیفیت پیدا ہوئی تھی اس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تہجد پڑھنے سے زیادہ ثواب دے دیا۔ اس لئے اس سے زائد ثواب سے محروم کرنے کے لئے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ تمہیں تہجد کے لئے اُٹھا دیا جائے۔

پس یہ منافق ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ان سے گھبرانا نہیں چاہئے وہ خود تو اپنے لئے جہنم کے فرشتوں سے جہنم کی سب سے نچلی جگہ (اسفل سافلین) کی تیاری کروا رہے ہیں لیکن ہمارے لئے وہ جنت کے دروازے کھول رہے ہیں۔ وہ تو بدقسمت ہیں خدا کرے کہ اُن کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ہم خوش قسمت بن جائیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان کے نباہنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

بہرحال اس وقت یہ تین نسخے قرآن کریم کے ایک سادہ دو مترجم اشاعت کے لئے موجود ہیں۔

(۱) سادہ قرآن کریم جو اپنوں اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے بچوں کو قرآن کریم سادہ یا ناظرہ پڑھنے کے لئے بہت اچھا ہے اور پھر خود بڑوں کے ہر وقت کے پڑھنے کے لئے بھی کام آ سکتا ہے۔ اس کی قیمت چھ روپے ہے۔

(۲) اردو ترجمہ قرآن کریم ہے۔ یہ تفسیر صغیر والا با محاورہ ترجمہ ہے۔ صرف نیچے نوٹ نہیں ہیں کیونکہ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ ان نوٹس کو پڑھنے والے صرف پانچ دس فیصدی دوست ہوتے ہیں۔ جو ان تفسیری نوٹوں کو پڑھنے اور اُن سے فائدہ اُٹھانے کے قابل ہوتے ہیں۔ نوے فیصدی دوست ان سے یا فائدہ اُٹھا نہیں رہے یا اُٹھا نہیں سکتے۔ ان کے لئے حمائل کی شکل میں ترجمہ قرآن کریم چھپوایا گیا ہے۔ خود ترجمہ بھی تفسیری ہے اب تک جتنے غیر از جماعت دوستوں کے پاس یہ حمائل گئی ہے وہ اسے دیکھ کر حیران بھی ہوئے ہیں اور خوش بھی۔ یہاں تک کہ مطبع میں کام کرنے والے دوست کہتے تھے کہ ہم نے پہلی دفعہ یہ ترجمہ دیکھا ہے جس سے قرآن کریم کے معنے سمجھ آ رہے ہیں۔

(۳) انگریزی ترجمہ قرآن کریم ہے۔ یہ بھی ایک تو حمائل سائز ہے اور ایک پاکٹ سائز میں۔ اِسے انگریزی دان طبقہ میں پہنچا دینا چاہئے۔ غرض یہ قرآن کریم شائع ہو چکے ہیں۔ اب ان کی اشاعت کی ذمہ داری جماعت پر عائد ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی تھوڑی یا بہت اشاعت ہو سکتی ہے۔ اپنا پریس لگ گیا تو بیرونی ملکوں کا شکوہ بھی دُور کرنا ہے۔ انشاء اللہ جرمن اور ڈچ زبانوں میں بھی تراجم کے نئے ایڈیشن شائع ہوں گے اور وہاں لاکھوں کی تعداد

میں بھجوائے جائیں گے۔ آپ دعا کریں کہ اگلے پانچ سال میں امریکہ دس لاکھ قرآن کریم کا خریدار بن جائے اور اس طرح ہم اس کی آمد سے مزید قرآن کریم شائع کر کے افریقہ میں مفت تقسیم کروا دیں۔ پھر تو انشاء اللہ بہت کام ہو جائے گا۔ افریقہ کے بعض ملکوں میں فرانسیسی ترجمہ قرآن کریم کی بڑی مانگ ہے، اس کے لئے بھی دوست دعا کریں کہ جلدی تیار ہو جائے۔ دوست یاد رکھیں مَیں پھر دُہرا دیتا ہوں کہ آپ کی ذمہ داری اشاعتِ ہدایت نہیں بلکہ تکمیل اشاعت ہدایت ہے اور یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ اس کیلئے جہاں دوسری سکیموں پر آپ نے عمل کرنا ہے وہاں میری آپ کو یہ بھی ہدایت ہے کہ آپ میں سے ہر آدمی اپنے دوست بنائے۔ میرا یہ تجربہ ہے کہ جو آدمی آپ سے ایک دفعہ مل لیتا ہے وہ جب آپ سے دوبارہ ملے تو وہ بدلا ہوا انسان ہوتا ہے کیونکہ اُس نے ہمارے خلاف بہت کچھ جھوٹ سنا ہوتا ہے لیکن جب وہ ہم سے ملتا ہے تو ہمارے ملنے میں ہمارے اخلاق میں اور ہماری ذہنیت میں اُسے بالکل برعکس چیزیں نظر آتی ہیں۔ اس تضاد پر اُسے ایک اچھا خاصہ شاق پہنچتا ہے۔ وہ ہل جاتا ہے وہ کہتا ہے میں نے احمدیوں کے متعلق کیا سُنا تھا اور اب دیکھ کیا رہا ہوں۔

پس احباب جماعت کو چاہئے کہ وہ غیر از جماعت سے ملتے رہیں۔ اس میں کبھی سستی نہ کریں۔ ہر سال دس نئے دوست بنائیں اور ان کے ہاتھ میں قرآن کریم کی کاپیاں پکڑا دیں۔ اس وقت میرے سامنے ماشاء اللہ سینکڑوں دوست بیٹھے ہوئے ہیں اگر اس اصول پر عمل کریں تو دو چار ہزار تو یہی تقسیم کر سکتے ہیں۔ بعض دوستوں کے متعلق مجھے علم ہے کہ وہ ماشاء اللہ سوسو کاپیاں بھی تقسیم کرتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر زید سو کاپیاں تقسیم کر سکتا ہے تو پھر بکر بھی سو کر سکتا ہے۔ اگر نہیں کرتا تو اس کی سستی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری سُستیاں دور کرے۔ میری صحت کے لئے بھی دعا کریں اور اس کام کے لئے بھی کہ جو میری ذمہ داریاں ہیں وہ میں نباہ سکوں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸ نومبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۱ تا ۸)